ندائے اتحاد

ایڈیٹر
عزیز وارثی

پندرہ روزہ ادبی جریدہ

- ادب کی پارٹی پالیٹکس سے مبّرا
- صاف ستھری قدروں کا حامل
- رنگارنگ دلچسپیوں سے بھرپور

—— اور ——

حسن و کیف کی تمام رعنائیاں لئے ہوئے ندائے اتحاد اپنے دوسرے سال کے سفر کا آغاز کر چکا ہے گذشتہ برس کئی خاص نمبر اس کی مقبولیت میں اس قدر اضافہ کر چکے ہیں کہ اب اس کے عام شمارے بھی قارئین کو اپنا منتظر پاتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے اپنے ذوق کی سیری کیجئے اور اسے مستقل حاصل کرنے کا انتظام کیجئے

قیمت فی پرچہ —— سینتیس پیسے
زرِ سالانہ —— آٹھ روپئے

پندرہ روزہ ندائے اتحاد 1639 - لال کنواں - دہلی ۶

شری درگا درشن

یعنی

صنف مسدس میں شری درگا پت شتی المعروف بہ شری درگا پاٹھ

کی کتھا

منظومہ

سورگ باشی ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی

ॐ

شری درگا درشن

یعنی

صنف مسدس میں شری درگا سپت شتی المعروف بہ شری درگا پاٹھ

کی کتھا

منظومہ

سورگ باشی ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد افقؔ لکھنوی

پہلا ایڈیشن : ۱۹۰۱ء

دوسرا ایڈیشن : ۱۹۶۵ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

ناشر : شری گن بیر کشور ماتھر ، دہلی سائنٹفک ورکس ، دہلی

مطبوعہ

چند الفاظ

درگا جی مادر کونین ہیں وہ بھگوان ایشور کی لازوال اور جاودانی شکتی ہیں۔ ہندوستان میں شکتی مت کے لاکھوں پیرو ہیں۔ بنگال کے شہرۂ آفاق سری رام کرشن پرم ہنس اسی شکتی کی سچی بھگتی کے ذریعہ اتنے روحانی رتبے کو پہنچے کہ وصال نصیب سوامی وویکا نند جی نے بیسویں صدی کے اسی درویش کامل کے [illegible] خانہ حقیقی سے روشنی حاصل کی اور اپنے مرشد اعظم کا پیغام صرف ہندوستان ہی کے گوشے گوشے میں نہیں پھیلایا بلکہ امریکہ اور یورپ تک پہنچایا۔

درگا درشن میرے والد مرحوم ملک الشعراء دوارکا پرشاد افق لکھنوی نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے تصنیف فرمایا تھا۔ کم سنی میں نقل کئے ہوئے نسخے میں بعض مقامات پر جہاں عبارت پڑھی نہ جاسکی تبدیلی کی کچھ گستاخی کی ہے جس کے لئے میں والد مرحوم کی روح مقدس سے معافی کا خواستگار ہوں۔

والد مرحوم نے رام لیلا بھی منظوم کی ست نارائن کی کتھا بھی منظوم کی اور نہ جانے کتنے مسدس لکھے جن میں مختلف دیوی دیوتاؤں کے گن گائے ہیں۔ انہوں نے دس اوتار درشن کے نام سے بھی ایک مسدس لکھا جس میں بھگوان کے دسوں اوتاروں کی کتھائیں بڑے اختصار کے ساتھ منظوم کی ہیں ان کے یہ سب مسدس ماہنامہ "بھارت پرتاپ" کے مختلف نمبروں میں شائع ہوئے تھے۔ ان کا ایک مسدس رام چرتروں کے متعلق بہت مشہور ہے اور ان کی رامائن یک قافیہ توان کا عظیم الشان شعری شاہکار ہے جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۴ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

والد مرحوم کی مختصر سوانح عمری اور ان کے منتخب کلام کا ایک مجموعہ "لمعات افق" افق سینٹری کمیٹی دہلی کی نگرانی میں (۱۹۶۴ء میں) ان کے صد سالہ جشن سالگرہ کے موقع پر شائع کیا گیا ہے۔ بعدم گنجائش کے باعث درگا درشن لمعات افق میں جگہ نہ پاسکا، اس لئے اسے علاحدہ صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

مہامایا بھگوتی درگے اپنے سچے بھگت گنیر کشور ماتھر کی ہر مراد پوری کریں اور ان کی پاک و صاف زندگی کو ہر طرح کامیاب بنائیں جنہوں نے درگا درشن شائع کرنے میں تعاون دیا۔

بشیشور پرشاد منور — ۳۱ جولائی ۱۹۶۵ء

درگا درشن

شکت کا نام دم سحر بیانی نکلے — کالکا درگا مہامایا مسانی نکلے
لب سے جے جے جگد نبا مہارانی نکلے — انبکا نکلے بستی نکلے بھوانی نکلے

جلوہ نظروں میں بسے دھرم دھوجی دیوی کا
گوشۂ دل میں ہو گھر اشٹ بھجی دیوی کا

مست صہبا ہیں لئے تیغ ہلالی دیوی — کیوں نہوں مستحق رتبۂ عالی دیوی
ایک ہیں سیتلا آنند دہنی، کالی دیوی — نینا ہم تال کی یا کانگڑے والی دیوی

ہنگلاج اتنے کسبھنی ہیں وہی دیول میں
ہیں وہی جوالا مکھی میں، وہی وندھیاچل میں

قدرتی نور کا دکھلاتی ہیں پرتو درگا — دیتی ہیں توڑ کے لوہے کا توا کو درگا
چمک اٹھتا ہے قمر دیتی ہیں جب ضو درگا — کرتی ہیں بھگت کو نوید عطا نو درگا

آتش رنج و الم کرتی ہیں ٹھنڈی مائی
چشمۂ فیض رواں رکھتی ہیں چنڈی مائی

چھن مستا سری بھوبنیشری ہیں جوالا — سری بگلا مکھی، دھوماوتی، مائی بالا
وہی ماتنگی، مہالکشمی، تارا والا — بات ہر طرح زمانے میں ہے جن کی بالا

ہیں مہا ودیا دس جن سے وشائیں دس ہیں

خالق و رازق و غفّار ہیں مائی درگا   قادر و مالک و مختار ہیں مائی درگا
عیاں ہیں، پنہاں ہیں، داتا ہیں مائی درگا   سرو بیاپک ہیں، نرآکار ہیں مائی درگا

دیوتاؤں میں مشرف یہی، افضل ہیں یہی
ہوالاوسط، ہوالآخر، ہوالاوّل ہیں یہی

جس طرف دیکھو مہا مائی ہیں   آنکھ ہیں، مردمکِ چشم ہیں، بینائی ہیں
نطق ہیں، قوتِ تقریر ہیں، گویائی ہیں   گل و بلبل ہیں، تماشا ہیں، تماشائی ہیں

جسم میں ہیں اثرِ خون و رگ و پوست یہی
ہیں ہمہ اوست ہمہ اوست ہمہ اوست یہی

اوجِ گردوں پہ چمکتی ہیں مہِ نو بن کر   بن کے انجم میں چمک، مہر میں ہیں ضو بن کر
مہِ کامل میں ہیں خورشید کا پرتو بن کر   نو میں ہیں بن کے ضیا، شمع میں ہیں لو بن کر

روشِ کبک میں ہیں، نغمۂ بلبل میں ہیں
سنبلستاں میں ہیں، پیچ و خمِ سنبل میں ہیں

پانچ تتوان سے ہیں، ترکیب حواس ان سے ہے   گل میں رنگ ان سے ہے، بو ان سے ہے، باس ان سے ہے
دھیان ان سے ہے، خیال ان سے، قیاس ان سے ہے   خواہشیں ان سے ہیں، بھوک ان سے ہے، پیاس ان سے ہے

الغرض ان سے ہیں سب چیزیں یہی سب میں ہیں
طلب و طالب و مطلوب میں مطلب میں ہیں

انتہا سے مہشاسر کی جو گزری بیداد   دیوتاؤں کو ہوا جان کا ڈر، کی فریاد
تیج سے دیوتوں کے شو جی کے، برائے امداد   ہوئیں موجود مہالکشمی، بر آئی مراد

روپ اٹھارہ بھجی، جلوہ نمایاں کا تھا
بل رجوگن کا، تموگن کا، ستوگن کا تھا

جب ہوا نورِ تجلّی سے مجسم پیکر   یاما کے تیج سے دو گال ہوئے جلوہ گر
اگنی کے تیج سے تین آنکھیں ہوئیں پیش نظر   کے تیج سے دنداں ہوئے سم شکل گہر

جانگھ کو تیج برن جی کا نکو فال ہوا
اندر کے تیج سے کل وسط بدن لال ہوا

تیج سے شو کے ملا بدر کا چہرے کو کمال   تیج سے جم کے ہوئے کالے سرِ پاک کے بال
ہوگئی تیج سے برہما کے چرن دونوں لال   اندر کے تیج سے استن ہوئے سورج کی مثال

وشنو کے تیج سے کالے ہوئے بازو دونوں
بن گئیں تیج سے سندھیاؤں کے ابرو دونوں

تندر کی اگنی نے شکت اپنی جو پایا دیدار   ڈھال کی پیشِ نظر کال نے اور اک تلوار
دیا ترشول مہا دیو نے اپنا خونخوار   بایو نے ترکش و قوس اور خدنگ آتش:

کشن مسرور ہوئے چکر سدرشن دے کر
شاد ہو آن ہوا سنگھ کا باہن دے کر

کال ڈنڈا ایک دیا جم نے کیے جب درشن   دکشن نے اکش کا مالا کیا زیبِ گردن
سری سورج نے ہر اک رونگٹیں میں چمکائی کرن   پیش کی پھانس برن جی نے عدوئے دشمن

خوش بھوانی ہوئیں برہما سے کمنڈل پاکر
اندر کے بجر سے بشاش ہوئیں بل پاکر

چھیر ساگر نے دیا نذر میں ملبوس بدن   ہار موتی کا جواہر سے جڑا چوڑا من
وشوکرما نے دیئے زیور نایاب زمن   کنٹھے، چھن، پہونچی، کڑے، کنڈل، انگوٹھی، جوشن

اپنے رتنوں کا ہمچل نے اک انبار دیا
ششیش نے رتن جٹت ناگ کا اک ہار دیا

لائے پیمانۂ صہبا وہ مہاراج کبیر — نہ ہو خالی جو کبھی پی کے ہو گو عالم سیر
دل میں وہ مے تھی جسے پی کے ہو روباہ بھی شیر — پینے والا جو ذرا سا پیلے تو بن جائے حییر

مے مہامائی نے پی، ہو گئیں مخمور آنکھیں
سرخ ڈورے پڑے تننے سے ہوئیں چور آنکھیں

رخ سے چنگاریاں اڑتی تھیں غضب کے مارے — مست آنکھیں تھیں دہکتے ہوئے لال انگارے
جب ہنسی آئی تو چھٹکے نظر آئے تارے — خاک پا دیکھ کے پُرنور ہوئے سیارے

قہقہہ کان کو لگتی تھی گرج بادل کی
صاعقہ ابر کو ہوتی تھی چمک کنڈل کی

سن کے اِن کی گرج آوازہ پہ گھاؤ آئے — رَن میں ہتھیار سجے لشکرِ جرّار آئے
اینڈتے، تنتے، اکڑتے ہوئے سردار آئے — تیر کھینچے لئے، تولے ہوئے تلوار آئے

کرنیں سورج کی چمکنے لگیں سوفاروں سے
بجلیاں کوند گئیں رزم میں تلواروں سے

ہاتھ پیدا ہوئے درگا کے ہزار اک پل میں — پل پڑیں، دھنس گئیں لڑتی ہوئی نڈی دل میں
طیش میں قہر میں غصے میں غضب میں جھل میں — کاٹے اعضائے بدن جیسے شجر کی قلمیں

پرتھوی ہل گئی ٹنکار دھنش کی سن کر
تیر نے قتل کئے تیر فگن چن چن کر

جس طرف سیف دکھاتی ہوئی بل جاتی تھی — لرز اٹھتے تھے عدو جان نکل جاتی تھی
تیغ جس صف پہ چمکتی ہوئی چل جاتی تھی — سینکڑوں لاشوں سے لاش ایک کچل جاتی تھی

صاف ہوتے تھے پرے تیر جو دھنس جاتا تھا
دونگڑا خون کا میداں میں برس جاتا تھا

سر پہ سر لاشے پہ لاشے ہی گرے ملتے تھے — ہیرے جو تھے خود آفت میں گھرے ملتے تھے
پیچ سے جسم کے دو ٹکڑے چرے ملتے تھے — حلق پر خنجرِ فولاد پھرے ملتے تھے

خون میں ڈوب گئے بجرے کشتے لاکھوں
چکر جس وقت چلا بندھ گئے پشتے لاکھوں

تیر سے تیر تو شمشیر سے خنجر کاٹے — خود چار آئینہ و جوشن و بکتر کاٹے
تیر آیا جو کوئی اڑتا ہوا پر کاٹے — کھیت دشمن رہے کھیرے کی طرح سر کاٹے

گھس کے شمشیر نے جس صف کا لہو چاٹا تھا
دم میں دیکھا تو پرا صاف تھا سناٹا تھا

لاکھوں مردود کچل کر کفِ پا سے مارے — سنکھ کے شور سے، گھنٹے کی صدا سے مارے
خون پی پی کے بہت خون کے پیاسے مارے — تیغ سے، کرچ سے پرسے سے گدا سے مارے

دم میں لاکھوں کے گلے گھونٹ دیئے پھانسی سے
لاکھوں تیروں نے جگر چھید دیئے گانسی سے

تامر، آگر، آسیہ، ہنو، باشکل، اسلوم، بڈال — چامر، اُدگر، اگر، برج کرال اور وکرال
بیر کا ذرہ دہر اشر، درمکھ، اسد کا ہم بال — چکشر، اُدّت سے بہت اور جو تھے کال کے کال

سب مع فوج گراں لقمۂ شمشیر ہوئے
جتنے تھے لشکرِ سرکش ہدفِ تیر ہوئے

مہشاسر نے قیامت کے دکھائے آثار — سینکڑوں روپ بھرے، دن میں کئے لاکھوں وار
آیا غصہ تو جگت مات نے دی بودی مار — سر الگ دھڑ سے گرا ایسی لگائی تلوار

دیوتا خوش ہوئے جے جے کی صدا آنے لگی
سرستی بین پہ جس اونچے سُروں گانے لگی

بھائی دو شُنبھ نشُنبھ اگلے زمانے میں تھے　　دیت جیراج کے انسان کے بانے میں تھے
تین لوک ان کی حکومت کے رسالے میں تھے　　جو بھون چودہ ہیں سب راج کے حلقے میں تھے
فتح مندی سے انھیں اندر بھی شہ ملتی تھی
دیوتاؤں کو اماں کی نہ جگہ ملتی تھی
ان کی رگ رگ میں شرارت تھی جفا نس نس میں　　دیوتاؤں کے فنا کرنے کو کھائیں قسمیں
یگیہ کی، دھرم کی دنیا سے مٹائیں رسمیں　　چاند سورج کئے قبضے میں عناصر بس میں
اندر بھگوان سے اورنگ شہی چھین لیا
نرج بشر کر دیئے، ایمان لیا، دین لیا
مرت شکتی کا شرف چھین لیا قدرت سے　　اگنی سے استر لئے، رتھ لیا پرجاپت سے
فیل خانہ تھا لیا اندر کے ارادت سے　　چھتر زرکار ورُن جی کا لیا طاقت سے
لیا گنج رتن سبری اندر سے ارادت کا
پارجات اُچ شروا بس میں کیا شریت کا
سندھ سے چھین کے رتنوں سے بھرا اپنا مکان　　پھانس پر قبضہ کیا، توڑا برن کا ابھمان
ہنس جس میں تھا جتا وہ لیا برہما سے بان　　لے کے کنجلکنی ساگر سے دوبالا کی شان
پھل گیا جانے کس جنم کا پرتاپ ان کو
دے گیا آکے مہا پدم کبیر آپ ان کو
دیوتا تیر مظالم سے ہوئے سینہ فگار　　نہ تو رہنے کا ٹھکانا نہ کہیں راہِ فرار
ہوئے آزار پہ آزار جو یوں دل آزار　　کی سری پاروتی جگت کی ماتا سے پکار
سامنے شیل سُتا سُن کے دُہائی آئیں
ساتوکِ روپ شوا سرستی مائی آئیں

روپ پھر جب ہوا پیش نظر خاص و عام　　گوری گوری نہ رہیں، کالکا مائی ہوا نام
ساتوکِ روپ نے روپ اِن کا بنایا گھنشام　　بات جس طرح اندھیرے میں ہو بے ماہ تمام
دیوتا نور قدم دیکھ کے سکھ لینے لگے
جے شوا جے شوا جے جیت شوا کہنے لگے
پھیلی آفاق میں جب روشنی حسن و جمال　　مہر کا ہیدہ ہوا بدر ہوا گھٹ کے ہلال
شمبھ نظارۂ رخ کو ہوا مشتاق کمال　　جن چڑھا سر پہ ہوا گرم سودائے وصال
چنڈ منڈا دھٹے ہمچل پہ ملے مائی سے
باندھ دی دھاک طلسم سخن آرائی سے
جتنے تھے رتن، گنائے وہ دیت کے گھر میں　　راج دکھلایا ہر اک لوک میں ہر کشور میں
دیوتاؤں کو کہا حیلِ گدائے در میں　　عرض کی شمبھ ہو خوش، آپ جو بیٹھیں بر میں
بولیں ماتا کہ نہیں عذر ذرا بھی مجھ کو
بیاہ سے جنگ میں جیتے جو گدا بھی مجھ کو
جب سنا شمبھ نے دونوں سے یہ دیوی کا جواب　　آگ پر لوٹا ستمگر، کیا ماتا پہ عتاب
دھومر لوچن سے کہا جائے ابھی، لائے شتاب　　وہ جب پہنچا ہوا اک پھونک میں جل بھن کے کباب
جو دیت ساتھ تھے سب مارے مہا مائی نے
تیر سینوں میں چبھے ٹوٹ کے چار آئینے
لہریں لیتا تھا سر کوہ سمندر خوں کا　　نعرۂ شیر سے ہلتا تھا جگر گردوں کا
نفسِ گرم سے پڑتا تھا طپانچہ لوں کا　　منہ ہزاروں کا اگن بان سے جھلسا پھونکا
دَل کا دَل کھیت رہا، گر کے نہ کوئی لٹکا
سنگھ نے خوب پیا خون ہر اک راکھس کا

چنڈ منڈ آئے تو گرمایا مزاجِ عالی   ہوئیں ماتھے سے نمایاں مہامایا کالی
آنکھیں مخمور سے ناب، نظر متوالی   ہفت افلاک گرج جڑ سے ہلانے والی

پھانس اک ہاتھ میں تھی، دوسرے میں خنجر تھا
پیکرِ نور پہ کھٹوانگ تھا، ہاگمبھر تھا

زینتِ گردنِ اقدس تھا سرون کا مالا   پوست و گوشت سے تھا پاک جمالِ والا
قد بالا تھا قدِ سروِ سہی سے بالا   رنگ اعضائے بدن سر سے قدم تک کالا

منہ سے شعلے کی طرح لمبی زباں باہر تھی
تا کمر دوش پہ بکھری ہوئی زلف سر تھی

بشن کی، رُدّر کی، برہما کی بھی شکتی آئی   جوت نر سنگھ کی شعلہ نما لپکتی آئی
مائی باراہی دیتوں کو جھٹکتی آئی   ایندری برق کی مانند چمکتی آئی

شکتیاں اور بھی کاشانۂ تن میں آئیں
دیوتاؤں کے اسی ٹھاٹھ سے رن میں آئیں

مثلاً سانگ نے مور پہ تیغیں کو ماری   لکشمی چکر لئے روپ چتربھج دھاری
چندرماں ماتھے پہ دھارن کئے شوکی پیاری   ہاتھ میں بجر لئے اندر کی شکتی بھاری

وہی ہتھیار بدن پر تھے، وہی باہن تھا
وہی صورت وہی انداز رخِ روشن تھا

کالکا مائی دیتوں سے لڑیں دست بدست   سنگھ بھرتا تھا گرجتا ہوا کرتا ہوا جست
سو رتجا، کالکا، دُرہرد، اُدایدھ جئے پست   دھوڑیش ایسے شریروں کو ملی فاش شکست

دُشٹ جی توڑ کے لڑتے تھے مگر سود نہ تھا
جو نہ خوں گشتہ تھا ایسا کوئی مردود نہ تھا

[illegible]
تیغ درگا نے جو لی مٹ گئے بَل اُبھر کے   زخم خونبار ہوئے منہ سے عدو خوں تھوکے

کرچ نے تیر نے رگ رگ کا لہو چاٹ لیا
حلق تک آتے ہی تلوار نے سر کاٹ لیا

رٹ کے دکھلا دیا محشر کا نظارا سب کو   تیر پر تیغ پہ ترشول پہ وارا سب کو
گھاٹ تلوار کے دم بھر میں اُتارا سب کو   پہلے زخمی کیا پھر جان سے مارا سب کو

رن میں رونے کو کسی کا کوئی ساتھی نہ بچا
کوئی گھوڑا نہ کوئی رتھ کوئی ہاتھی نہ بچا

رکت بیج آیا تو آتے ہی قیامت ڈھائی   خاص محشر کا نمونہ ہوئی رزم آرائی
تیغ سے وار کئے برق غضب چمکائی   دیوتا زچ ہوئے چہروں پہ اداسی چھائی

یہ مصیبت تھی کہ جے گرتے تھے قطرے خوں کے
اتنے ہی روپ تھے بنتے تھے اُس ملعوں کے

شکتیاں آکے جٹیں، حشر مچا، مار ہوئی   سیف پر سیف چلی، تیروں کی بوچھار ہوئی
شعلۂ برق تپاں ہاتھ کی تلوار ہوئی   خون کی، دھارے خنجر کی، رواں دھار ہوئی

رکت بیج اتنے بنے خوں سے کہ تعداد نہ تھی
گنتی برہما کو بھی گننے کے لئے یاد نہ تھی

حال یہ دیکھ کے برہم تھا مزاجِ عالی   روپ جتنے بھی بنے کھا گئیں سب کو کالی
وار جانے نہ دیئے لاکھ عدو نے خالی   آتری قسمت پہ نہ قسمت کی لکھی پامالی

جو بہا خون، بھوانی کی زباں چاٹ گئی
سرِ مغرور کو شمشیرِ دو دم کاٹ گئی

جس کو مارا صفِ دشمن میں جھپٹ کر مارا   صف کی صف صاف ہوئی صاف جو خنجر مارا
سرکشوں کی نہ بچی جان بہت سر مارا   اڑ گئی روح جو تیروں نے ذرا پر مارا
جس طرف تیغ چمکتی ہوئی نکلی سن سے
ہاتھ شانے سے جدا سر تھے جدا گردن سے

حال یہ سن کے نشمبھ آیا لئے ٹھونک کے خم   تھے کئی چھوہنی دَل ہمرکمک زیرِ علم
کالکا مائی بڑھیں سونت کے شمشیر دو دم   لاش پر لاش گرانے لگیں سر کر کے قلم
روک کر وار جدھر فوج میں پل پڑتی تھیں
عقل کی طرح، مقدر کی طرح لڑتی تھیں

آن کی آن میں سر لاکھوں اتارے تن سے   کر دیئے خون کے فوارے رواں گردن سے
ان اعدا کو ذرا تھا نہ جیالے پن سے   خود سے چلتے تھے چار آئینے سے جوشن سے
وار جس صف پہ بھی کرتی تھیں الٹ جاتی تھی
عمر لاکھوں کی دمِ تیغ سے لٹ جاتی تھی

زد پہ آتے ہی نشمبھ ایک ہی ادھڑ سے گرا   منہ پہ خنجر کا طپانچہ جو پڑا تڑ سے گرا
شجرِ زیست کی بنیاد ہلی جڑ سے گرا   دھڑ ہوا سر سے جدا خاک پہ سر دھڑ سے گرا
بعد ازاں مائی نے چن چن کے سپاہی مارے
لاکھوں مردودِ عدم کے کئی راہی مارے

نشمبھ کی جنگ میں تھے حشر کے پورے آثار   گرز پہ گرز کا تلوار پہ تلوار کا وار
کرچ کی، نیچے کی، بجر کی، تلوار کی مار   سینکڑوں قسم کے بانوں کی دو طرفہ بوچھار
گرج ایسی تھی کہ برہمانڈ ہلا جاتا تھا
دوسرے شستر سے شستر ایک ملا جاتا تھا

شی مہالکشمی تن تن کے پلی جاتی تھیں   ڈشٹ کی چھوہنیاں پیچھے رلی جاتی تھیں
گانسیاں بانوں کی بانوں سے ملی جاتی تھیں   چِن کے تلواروں سے تلواریں چھلی جاتی تھیں
راکشس تھا وہ جواں جو دُرشتی پہونچیں
اڑ کے آکاش پہ لڑتی ہوئی کشتی پہونچیں

مارے مرتا تھا، نہ کٹتا تھا مخالف کاٹے   برچھی آکاش تمام استر چلا کر پاٹے
تازہ یوں ہوتا تھا پھر آتے تھے جب سناٹے   جس طرح تیز ہو جب نیچہ پتھر چاٹے
زور سے آخرش آکاش پہ دے کر جھٹکا
چنڈکا جی نے اسے روئے زمیں پر پٹکا

پھر اٹھا وہ تو مہا مائی لپکتی آئیں   نیچے آکاش سے بجلی سی چمکتی آئیں
ڈانٹتی زور سے، غراتی، جھڑکتی آئیں   سرِ کافر پہ دکھاتی ہوئی خنکتی آئیں
کر کے چت بیٹھ کے سینے پہ گلا کاٹ لیا
مار کر نعرہ لبِ تیغ کا خوں چاٹ لیا

دیوتا خوش ہوئے جگ مات کی جے ہونے لگی   اندر کی وقعتِ تنہا ہر رگ و پے ہونے لگی
دل کشِ خلق صدائے دف و نے ہونے لگی   استتیں ہوتی تھیں اور جے ہونے لگی
شیش بھگوان کو جس مائی کے گاتے دیکھا
بین نارد کو اسی دھن میں بجاتے دیکھا

دکش نے جگ میں بلایا جو نہ شو شنکر کو   پاس سے شو کے ستی جی گئیں اپنے گھر کو
باپ سے پوچھا، نہ کیوں یاد کیا شوہر کو   رشتہ کیا توڑ دیا، چھوڑ دیا دختر کو
بول اٹھا دکش کہ قابل وہ بلانے کے نہ تھا
لائق اس کا سا گدا پاس بٹھانے کے نہ تھا